فنِ اسماء الرجال
ائمہ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ
سلسلہ اسناد
فنِ جرح و تعدیل
رواۃ
حدیث پرکھنے کے اصول
اسناد عالی
وضعِ حدیث
ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور جو کچھ کہ دے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ کہ منع کرے تم کو اس سے پس باز رہو

فنّ اسماء الرّجال

ائمہ حدیث کا عظیم الشّان کارنامہ

(یعنی)

تاریخ رجال حدیث کی تدوین و تحقیق، کتب اسماء الرجال سے استفادہ کا طریقہ، اہم و مشہور کتب رجال پر تبصرہ و تعارف

مؤلفہ

مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری

پروفیسر حدیث جامعۃ الامارات (العین)

بانی و سرپرست

جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور، اعظم گڈھ، یوپی

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب — فن اسماء الرجال، ائمہ حدیث کا عظیم الشان کارنامہ

مؤلف — ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری

کتابت و ڈیزائن — نور الہدیٰ مظاہری اکبرپوری

باہتمام — حبیب الرحمن قاسمی استاذ جامعہ ہذا

سن طباعت بار دوم

تعداد — تین ہزار ۳۰۰۰

ناشر — شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اسلامیہ مظفرپور، اعظم گڈھ

قیمت — پچاس روپے ۵۰

ہلال آرٹ پریس (اردو پرنٹرز، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲

ملنے کے پتے

1. جامعہ اسلامیہ مظفرپور، قلندرپور، اعظم گڈھ، یوپی پن ۲۷۶۳۰۲
2. مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
3. صدیقی کتاب گھر نزد چھتہ مسجد دار العلوم دیوبند
4. کتب خانہ عزیزیہ، و بازار جامع مسجد دہلی۔

وان كنت لا اتهمه ان يكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وصاحب هوى يدعو الناس الى هواه وشيخ له فضل وعبادة اذا كان لا يعرف ما يحدث به[1]	دوسرا وہ آدمی جو لوگوں سے گفتگو میں جھوٹ بولتا ہو، اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہو، تیسرا وہ مبتدع جو اپنی بدعت کی طرف داعی ہو، اور چوتھے وہ شخص بھی جو اگرچہ صاحب فضل وعبادت ہو، مگر اپنی بیان کردہ حدیث کی اس کو معرفت نہ ہو، تو اس سے بھی حدیث نہ قبول کی جائے گی۔

عام گفتگو میں جس شخص کا کذب ثابت ہو چکا ہو، ایسا شخص اگر اپنے کذب سے توبہ کر لے اور اس کے بعد اس کی عدالت بھی ثابت ہو جائے، تو جمہور علماء کے نزدیک اس کی توبہ قابلِ قبول ہوگی، اور اس کی خبر پر بھی اعتماد کیا جائے گا، البتہ ابوبکر صیرفی کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جس راوی کی روایت اس کے کذب کی وجہ سے چھوڑی جائے گی، اس کے توبہ کر لینے کے بعد بھی اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی[2]

(۳) اصحاب البدع والاھواء؟ ——— اس کی تو ائمہ حق کا اتفاق ہے کہ کسی مبتدع کی حدیث جب کہ اس کی بدعت موجب کفر ہو، یا وہ کذب کو حلال سمجھے، خواہ اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچتی ہو، اس کی روایت قابلِ قبول نہیں — مبتدعین کی ان قسموں کے علاوہ باقی کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ جو مبتدع اپنی بدعت کی طرف داعی ہو، اس کی بھی روایت قابلِ قبول نہیں، حافظ ابن کثیر فرماتے

---

[1] الجرح والتعدیل ج ۱ ص۳۲، والکفایہ ص۱۱۶ [2] الباعث الحثیث ص۱۰۳

ہیں کہ متقدمین و متاخرین کا اس میں اختلاف رہا ہے، اور جس پر اکثر لوگ ہیں، وہ یہ ہے کہ داعی وغیر داعی کے درمیان تفصیل ہے۔ یہی امام شافعیؒ سے بھی صراحۃً نقل کیا گیا ہے مگر ابن حبان نے اس پر نقل کیا ہے کہ ہمارے ائمہ کے نزدیک قاطبۃً اس سے استدلال جائز نہیں۔

ولا أعلم فيه اختلافاً۔ (اور مجھے اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں)

لیکن ابن حبان کا قول صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ امام بخاریؒ نے عمران بن خطان خارجی سے جو عبدالرحمٰن بن ملجم (حضرت علیؓ کے قاتل) کا مداح تھا، روایت کی تخریج کی ہے، حالانکہ عمران خارجیت کا بہت بڑا داعی تھا، نیز امام شافعیؒ نے بھی فرمایا ہے کہ اہل اہواء (مبتدعین) کی شہادت میں قبول کروں گا، سوائے روافض میں فرقہ خطابیہ کے، کیونکہ وہ اپنے موافقین کے لئے جھوٹی شہادت کو جائز سمجھتے تھے[1]

امام عبدالقاہر بغدادی نے اپنی کتاب "الفرق بین الفرق" میں نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ آخیر زندگی میں اہل اہواء کے بارے میں اپنی رائے سے ہٹ گئے تھے، اور استثناء میں معتزلہ کا بھی اضافہ کر لیا تھا[2] مبتدعین کے بارے میں ائمہ حدیث کا یہ اصول تو معلوم اور معروف ہے کہ ان کی وہ روایت قبول نہیں کی جائے گی، جس سے ان کی بدعت کی تائید ہوتی ہو، اسی طرح کسی ایسے مبتدع کی روایت بھی قبول نہیں کی جائے گی جس کا تعلق کسی ایسے گروہ سے ہو جو اپنی اغراض کے لئے دروغ بیانی کو مباح سمجھتا ہو، اسی لئے ایسے اہل بدعت کی جو صدق و امانت میں مشہور تھے، وہ روایتیں قبول کر لی گئی ہیں جن کا ان کی بدعات سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسے عمران بن خطّان[3]

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک صغریٰ، دوسری کبریٰ، بدعت صغریٰ جیسے شیعیت جس میں غلو و زیادتی ہو (مثلاً حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی صرف تفضیل کا عقیدہ ہو) اس طرح کی شیعیت تو بہت سے تابعین و

---

[1] اختصار علوم الحدیث ص۹۹، ۱۰۰ و تدریب ص۲۲۰ [2] الفرق بین الفرق ص۳۵۵ [3] الباعث الحثیث ص۱۰۱

تبع تابعین میں ان کے تدین و تقویٰ اور صدق و امانت کے باوجود تھی، اگر ان لوگوں کی حدیث کو رد کر دیا جائے تو بہت سے آثار نبویؐ کا سرمایہ ختم ہو جائے گا، اور اس صورت میں کھلی ہوئی خرابی ہے۔

بدعت کبریٰ جیسے رفضِ کامل اور اس میں غلو، مثلاً حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی تنقیص کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا، تو اس طرح کے لوگوں کی روایات ہرگز قابلِ استدلال نہیں، اور نہ ان کا کوئی مقام ہے، بلکہ اس جماعت کا ایک آدمی بھی میرے سامنے ایسا نہیں ہے جو سچا اور قابل اعتماد ہو، بلکہ کذب بیانی ان کا شعار اور تقیہ و نفاق ان کا محبوب مشغلہ ہے، پھر ایسے لوگوں کی روایات کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے، حاشا و کلا، غالی شیعی سلف کے زمانہ میں اور ان کی اصطلاح میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت معاویہؓ اور اس جماعت پر جس نے حضرت علیؓ سے جنگ کی تنقید کی اور برا بھلا کہا۔ ہمارے زمانے میں اور ہماری اصطلاح میں غالی وہ ہے جو ان اکابر کی تکفیر کرتا ہو، اور حضرات شیخینؓ سے بیزاری اختیار کرتا ہو، (معاذ اللہ) پس وہ گمراہ و مفتری ہے[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں، تشیع متقدمین کے عرف میں نام ہے شیخینؓ کی تقدیم و تفضیل کے ساتھ حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دینے کا[2]

(۴) زنادقہ و فساق اور وہ مغفل لوگ جو اپنی روایات کا مطلب نہیں سمجھتے اور نہ ان میں ضبط اور فہم کے صفات پوری طرح موجود ہیں، یہ بھی متروکین میں داخل ہیں[3]

وہ لوگ جنکی روایات میں توقف کیا جائیگا

ایسے لوگوں کی چند قسمیں ہیں:۔

(۱) جن کی جرح و تعدیل میں اختلاف ہو۔

(۲) جن سے بکثرت خطا کا صدور ہو، اور ان کی اور ائمہ ثقات کی روایت میں

---

[1] میزان ص ۲ ج ۱ [2] مقدمہ فتح الملہم ص ۶۵ بحوالہ مقدمہ فتح الباری [3] اختصار علوم الحدیث ص ۹۸

فرق و اختلاف ہو۔

(۲) نسیان کی کثرت ہو۔

(۳) حافظہ خراب ہو۔

(۵) اخیر عمر میں اختلاط پیدا ہو گیا ہو۔

(۶) وہ راوی جو ثقات و ضعفاء ہر ایک سے روایت لے لیتا ہو۔

مصطفےٰ سباعی مرحوم لکھتے ہیں:۔

"ان مضبوط و محکم بنیادوں پر ان حضرات ائمہ نے نقد احادیث اور صحیح و سقیم میں امتیاز کرنے کے لئے اپنی انتہائی کوششوں کو صرف کیا، بلاشبہ یہ ایسے بے داغ اصول ہیں جن کی قوت و گہرائی اور کفایت کا کوئی منصف انکار نہیں کرسکتا، پھر ہمارے علماء نے صرف اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ متن (و اسناد) کے تمام علل سابقہ سے محفوظ ہونے کے بعد اس حیثیت سے بھی اس پر نقد کیا کہ آیا اس میں اضطراب، شذوذ و اعلال تو نہیں ہے۔ ایسے ہی انہوں نے اس پر غور کیا کہ اس میں قلب یا غلطی اور ادراج کا امکان تو نہیں ہے"[1]

ان کے بہت سے شواہد و امثلہ کے لئے ملاحظہ ہو "تدریب الراوی و توجیہ النظر" وغیرہ کتب اصول۔

جرح و تعدیل میں ائمہ حدیث کے اختلاف کی حقیقت

حدیث کو پرکھنے اور جانچنے کے جو محکم قاعدے اور ضابطے محدثین کرام نے مرتب کئے ہیں، ان پر کسی طرح اعتراض کی گنجائش نہیں البتہ

---

[1] السنۃ ص ۱۱۵ مکانتہا فی التشریع الاسلامی۔

جو لوگ اس مقدس فن سے ناآشنا ہیں اور جن کا مقصد ہی اس فن کو مشکوک بنانا ہے، اُن کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کسی ایک راوی کی صداقت وعدالت میں دو محدثوں کا بھی اتفاق نہیں، اگر ایک محدث اس کو ثقہ قرار دیتا ہے تو دوسرا ضعیف، یا اس کے برعکس معاملہ ہے، چنانچہ ڈاکٹر احمد امین وغیرہ نے اس دعوے پر علامہ ذہبی کی ایک عبارت سے استدلال کیا ہے، علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

لم یجتمع اثنان من علماء هٰذا الشان علیٰ توثیق
ضعیف ولا علیٰ تضعیف ثقة [1]

مگر واقعہ یہ ہے کہ حافظ ذہبی کے الفاظ پر معمولی غور کرنے سے اس مفہوم کی تردید ہوتی ہے جو ان لوگوں نے مراد لیا ہے۔

مصطفٰے السباعی مرحوم لکھتے ہیں:۔

"حافظ ذہبی کے کہنے کی غرض یہ ہے کہ ائمہ جرح وتعدیل نقد رجال میں نہایت تثبت واحتیاط سے کام لیتے ہیں، وہ ایسا نہیں کرتے کہ ایک راوی جو ضعف میں مشہور ہو اس کی توثیق کردیں یا کسی ایسے راوی کو جو تثبت اور صدق میں مشہور ہے اس کو ضعیف قرار دیدیں، البتہ ان حضرات کا اختلاف ان راویانِ حدیث کے بارے میں ہوا ہے جو ضعف وثقاہت میں مشہور نہ ہوں۔ الغرض یہ حضرات راوی کا اسی حیثیت سے تذکرہ کرتے ہیں جو اس میں حقیقت ہوتی ہے، حافظ ذہبی نے اپنے قول" علیٰ توثیق ضعیف ولا علیٰ تضعیف ثقة "سے اگر وہی مراد لیا ہوتا، جو ڈاکٹر احمد امین وغیرہ نے سمجھا ہے، تو الفاظ یہ ہوتے" مالم یجتمع اثنان علیٰ

---

[1] تدریب طبع جدید ص۲۰۴

توثیق راو ولا علیٰ تضعیفہ" جو رواۃ ضعف یا ثقاہت میں مشہور نہیں ہیں، ان کے بارے میں ائمۂ فن کا اختلاف ہوا ہے، اور اس کی دو صورتیں ہیں[1]

(۱) کبھی یہ اختلاف اہل سنت والجماعت رواۃ کے بارے میں واقع ہوا ہے اور یہ اختلاف عام طور پر ائمۂ جرح و تعدیل کے نقطہائے نظر کے اختلاف پر مبنی ہے جو ان میں باہم ایک راوی کے صدق و کذب یا اس کی عدالت و فسق اور اس کے حفظ و نسیان میں ہوا کرتا ہے۔

(۲) کبھی یہ اختلاف اہلِ بدعت رواۃ کے بارے میں ہوا ہے، اس صورت میں ائمہ جرح و تعدیل نے مجرد مذہبی اختلاف کی بنا پر نقد نہیں کیا ہے بلکہ اپنے مخالف پر جرح اسوقت کی ہے، جب اس کی بدعت کفر کی طرف داعی ہو، یا وہ صحابۂ کرامؓ پر تنقیدیں کرتا ہو، یا وہ اپنی طاعت کی طرف داعی ہو، یا داعی تو نہیں ہے مگر اس کی بدعت اس کے باطل عقیدہ کے موافق ہو، ان سب صورتوں میں راوی کی عدالت مشکوک سمجھی جائے گی۔ فی الواقع جرح کا مدار راوی کے صدق و ثقاہت پر ہے نہ کہ مجرد مذہبی اختلاف پر۔ کتب ستہ وغیرہ کتابوں میں مبتدعہ کی ایک جماعت سے روایت کی تخریج کی گئی ہے، جن کے بارے میں تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ جیسے عمران بن خطان خارجی اور ابان بن تغلب شیعی، حافظ ذہبی، ابان

---

[1] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی ص ۲۲۵ و میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲

بن تغلب کوفی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں " شیعی لکنہ صدوق فلنا صدقہ وعلیہ کذبہ "
اہل بدعت رواۃ کی روایت محدثین کرام نے جن شرائط کے ساتھ قبول کی ہے اس پر تفصیلی گفتگو ہم پہلے کر چکے ہیں ۔

جرح کے معتبر ہونے کیلئے اسباب کا بیان کرنا ضروری ہے کسی راوی پر جرح و نقد کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اسباب بیان کئے جائیں ، محدثین کرام نے مستقل ضابطہ بنا دیا ہے کہ جرح مبہم معتبر نہیں ، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ناقد کی جرح میں غلطی و عصبیت بھی شامل ہو جاتی ہے جس میں حقیقت و واقعیت نہیں ہوتی ، جیسے اہل حدیث اور اہل رائے کا باہم اختلاف مشہور ہے کہ اہل حدیث اجتہاد کے باب میں اہل رائے سے متفق نہ تھے اس لئے بہت سے ائمہ رائے کو ضعفاء میں شمار کر دیا ہے ، حتیٰ کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ پر ان کے زہد و تقویٰ اور جلالتِ شان کے باوجود بہت سے لوگوں نے کلام کیا ہے ، اسلئے تعدیل کے مقبول ہونے کے لئے اسباب کا بیان کرنا ضروری قرار دیا گیا ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اسباب جرح کا بیان کرنا اس لئے ضروری قرار دیا گیا کہ بسا اوقات جرح کرنے والا ایسی چیز کو جرح کا سبب قرار دیتا ہے جو موجبِ جرح نہیں ہوتی ، مجھے ایک شخص پر جرح کی خبر پہنچی تو میں نے ناقد سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے اس کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تھا ، اب اس کے کپڑے ناپاک ہوئے ہوں گے ، اور اسی حالت میں اس نے نماز پڑھی ہوگی تو صدوق کہاں رہا ؟ میں نے اس سے کہا کہ تم نے انھیں کپڑوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا ؟ تو اس نے جواب دیا نہیں ، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح کی جرح لغو و باطل ہے [1] نیز اس کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممکن ہے کہ کسی عذر کی بنا پر رہا ہو ۔

---

[1] الکفایہ ص۱۰۱

حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

بخلاف الجرح فانه لایقبل	برخلاف جرح کے یہ قابل قبول نہیں
الا مفسرًا لاختلاف الناس	جب تک کہ مفصل نہ ہو، اس لئے
فی الاسباب المفسقة	کہ فاسق بنانے والے اسباب میں
فقد یعتمد الجارح شیئًا	لوگوں کا اختلاف ہے، کبھی جرح
مفسقا فیضعفه ولا یکون	کرنے والا ایک چیز کو موجب فسق سمجھ
کذلك فی نفس الامر	کر جرح کر دیتا ہے اور حقیقتِ حال
اوغیرہ و لهذا شرط	اس کے خلاف ہوتی ہے، اسی لئے
بیان السبب فی الجرح	بالاتفاق سبب جرح کا بیان کرنا ضروری
بغیر خلاف[1]	قرار دیا گیا۔

اس سلسلے میں حافظ بن صلاح لکھتے ہیں کہ کوئی جرح مقبول نہیں جب تک کہ اس کا سبب نہ بیان کیا جائے، کیونکہ بسا اوقات جارح ایسی جرح کرتا ہے جو موجبِ جرح نہیں ہوتی، فلابد من بیان سببه لینظر هل هو جرح ام لا[2] خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ شیخین وغیرہ حفاظ حدیث کا یہی مسلک ہے[3]

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ جرح مبہم صرف ان رواۃ کے بارے میں معتبر نہ ہوگی، جس کی پہلے کسی محدث نے توثیق کی ہو۔ چنانچہ شیخ الاسلام حافظ بن حجر فرماتے ہیں کہ جس راوی کی کسی امام فن نے توثیق کی ہے، اس کے بارے میں کسی کی بھی جرح اس وقت تک قابل قبول نہ ہوگی جب تک کہ مفسر نہ ہو، اور اگر اس راوی کی ثقاہت ثابت ہو چکی ہو تو اس کو زائل کرنے کے لئے واضح دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ ائمہ فن نے اس راوی کی دیانت و روایت کا پورا اندازہ لگا کر اور پرکھ کر فیصلہ

---

[1] اختصار علوم الحدیث ص۱۰۱ [2] مقدمہ ابن صلاح طبع قدیم ص۳۸

[3] الکفایہ ص۱۰۹ ولسان المیزان ج ۱ ص۱۵ و تدریب ص۲۰۳ ۔

کیا ہوگا، ان کے فیصلے کو باطل کرنے کے لئے صریح دلیل چاہیے، البتہ اگر کسی محدث نے اس کی توثیق نہیں کی ہے تو پھر ماہر فن کی جرح مبہم قبول کی جائے گی [۱] امام بیہقی اور محمد بن نصر مروزی وغیرہ ائمہ کا بھی یہی خیال ہے کہ جس آدمی کی عدالت ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں کسی کی جرح اس وقت قبول کی جائے گی جب وہ واضح طور پر اس کا سبب بھی بیان کر دے [۲]

معاصرانہ رقابت و رنجش کے سبب جرح مردود ہے

اگر کسی قرینہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ معاصرانہ رقابت یا رنجش یا خفگی کے سبب جرح کی جا رہی ہے تو یہ جرح بالاتفاق ناقابلِ قبول ہے مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ تحریر فرماتے ہیں :-

الجرح اذا صدر من تعصب	جرح جب تعصب یا عداوت یا باہمی
او عداوۃ او منافرۃ او نحو	منافرت وغیرہ سے صادر ہو تو وہ
ذلک فھو جرح مردود ولا	غیر معتبر ہے اور اس طرح کی جرح
یؤمن الا المطرود [۳]	سے شاید ہی کوئی محفوظ رہ سکا ہو۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ معاصرین کی ایک دوسرے پر تنقید ناقابلِ التفات ہے جب کہ ثابت ہو جائے کہ یہ جرح عداوت یا مسلک کے اختلاف یا حسد کی بنا پر ہو رہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے صرف وہی لوگ اس طرح کی جرح سے محفوظ رہ سکتے ہیں ، انبیاء علیہم السلام و صدیقین کے سوا اور کسی کا تنقید سے محفوظ رہنا میرے علم میں نہیں ہے ۔ اگر میں چاہوں تو اس پر کئی کاپیاں سیاہ کر سکتا ہوں [۴]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ نے ذاتی رنجش اور بعض نے اپنے معاصرانہ

---

[۱] تدریب صـ۲۰۴ [۲] فتح المغیث صـ۱۳۰ [۳] الرفع والتکمیل طبع جدید صـ۱۸۲

[۴] میزان الاعتدال ج۱ صـ۵۲

رقابت کے سبب جرح کی ہے ، اور بعض ادنیٰ درجہ کے راوی نے اپنے سے اعلیٰ اور افضل اور کامل الضبط ثقہ راوی پر جرح کردی ہے ، حافظ صاحب فرماتے ہیں فکل ھٰذا لایعتبر ، ایسی تمام جرحیں غیر معتبر ہیں[1] ، مشہور مقولہ ہے "المعاصرة سبب المنافرة" اس لیے جب ایک معاصر عالم دوسرے پر نقد کر رہا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ جرح معاصرانہ رقابت کے سبب تو نہیں ہو رہی ہے ، کیونکہ بشری تقاضے سے کبھی اس طرح کی رقابت پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی یہ رقابت باہمی رنجش و عداوت تک پہنچ جاتی ہے ۔

حافظ شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں کہ رنجش و خفگی کی بنا پر جرح کا مرض عام طور پر دو معاصر عالموں کے درمیان زیادہ ہوتا ہے ، بالخصوص متاخرین علماء میں اکثر مراتب میں تنافس اس کا سبب ہے ، اسی لیے حافظ ابن البر مالکی نے جامع بیان العلم میں ایک مستقل باب قائم کر کے معاصرین کی آپس کی تنقیدوں کو جمع کر دیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ دو معاصرین کے آپس کی جرح قابل قبول نہ ہوگی ، جب تک کہ جرح پر واضح دلیل نہ قائم ہو ، اور اگر ان دونوں کے درمیان عداوت ثابت ہو جائے تو وہ جرح بدرجۂ اولیٰ قابلِ رد ہوگی[2]

تنبیہ ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل کی کتابوں میں عام طور پر جرح کا سبب نہیں بیان کیا گیا ہے ، بلکہ اکثر ان مصنفین نے فلانٌ ضعیفٌ فلانٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ ، وَهٰذا حدِيثٌ ضَعِيفٌ پر اکتفا کیا ہے ، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے راوی کا مشکوک ہونا معلوم ہو گیا ، اس لئے اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا ، غور و فکر اور تحقیق کے بعد اگر شبہ کا ازالہ ہو جائے تو اس راوی کی روایت قبول کرلی جائے گی ، صحیحین کے بہت سے رُواۃ کے بارے میں ایسا ہی ہوا ہے[3]

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۴۳۶ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ [2] فتح المغیث ص ۴۱۴ [3] تدریب ص ۲۰۲

جرح مبہم تعدیل پر مقدم ہے اگر جرح مبہم ہے، اس کے اسباب بیان نہیں کئے گئے ہیں، تحقیق و جستجو کے بعد بھی کوئی وجہ معلوم نہ ہوسکی، جس سے راوی کی عدالت ساقط ہوجائے تو ایسی صورت میں جن ائمہ نے اس راوی کی عدالت کو بیان کیا ہے، ان کے بیان کو ترجیح دی جائے گی۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوئیؒ لکھتے ہیں "جرح غیر مفسر تعدیل پر مقدم نہیں بلکہ غیر مفسر جرحوں پر خود تعدیل مقدم ہے [1]

جن ائمہ کی امامت کو اُمت نے تسلیم کرلیا ہے ان پر کسی کی جرح معتبر نہیں علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں کہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا ضابطہ ہر جگہ نہیں استعمال نہیں کیا جائے گا، بلکہ جس راوی کی عدالت و ثقاہت ثابت ہوچکی ہو اس کے بارے میں مدح و توثیق کرنے والوں کی کثرت ہو، اس کے ناقدین قلیل ہوں اور کوئی ایسا قوی قرینہ موجود ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جرح مذہبی تعصب کی بنا پر کی گئی ہے تو یہ جرح غیر معتبر ہے .... کسی ناقد کی جرح اس شخص کے حق میں مقبول نہ ہوگی جس کی طاعات معصیت پر غالب ہوں اور مذمت کرنے والوں کے مقابلہ میں مادحین کی کثرت ہو، اس کی توثیق کرنے والے ناقدین سے زائد ہوں، اور کوئی مذہبی تعصب یا دنیاوی تنافس کا ایسا قوی قرینہ بھی موجود ہے جس سے معلوم ہورہا ہے کہ یہی اس جرح کا باعث بنا، جیسا کہ معاصر علماء میں ہوا کرتا ہے، چنانچہ سفیان ثوری وغیرہ کا امام اعظم ابوحنیفہؒ پر، اور ابن ذئب وغیرہ کا امام مالک پر، اور ابن معین کا امام شافعیؒ پر، اور امام نسائی کا امام احمد بن صالح پر اسی طرح ہے۔ اگر ہر جگہ "الجرح مقدم علی التعدیل" کا ضابطہ برتا جائے تو کوئی بھی ایسا نہیں جو تنقید سے محفوظ رہ سکے [2]

---

[1] ظفر الامانی ص ۲۸۱ [2] مقدمہ اوجز المسالک ص ۶۵ بحوالہ الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۱۰۹